© rasailojaraid.com

خلافت و جمہوریت | از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی۔ ناشر: مجلس التحقیق الاسلامی۔ ۹۹۔جے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ صفحات: ۲۸۸۔ قیمت مجلد /۳۶ روپے

اکثر دینی حلقے میری نگاہ میں بڑے محترم ہیں اور بہت سے بزرگوں سے میں دلی محبت کرتا ہوں، مگر موجودہ معاشرے کے پیشِ نظر جس میں دین سے انحراف پسندی بڑھتی جا رہی ہے جب اسلامی سیاست و معیشت کے متعلق کوئی پریشان کرنے والا لٹریچر آتا ہے تو اُس پر صاف صاف اظہارِ رائے کرنا بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اِس کتاب کے تفصیلی علمی مباحث میں بہت زیادہ دخل اندازی کا تو یہاں موقع نہیں، البتہ میں حالات کے اس پس منظر کو بصد افسوس دیکھتا ہوں کہ حالیہ مارشل لا نے بیشتر اسلامی تنظیموں کو فکری لحاظ سے پچھاڑ دیا ہے۔ اور ہر سطح کے لکھنے والوں نے اسلام کے شورائی نظام کے ایسے ایسے خاکے پیش کیے ہیں کہ جن کا ردِعمل دین سے کم مس رکھنے والے جدید عنصر کو دُور پھینک دے گا اور ان کے ہاتھ میں اس دلیل کا ہتھیار آجائے گا کہ اسلام کوئی قابلِ عمل اطمینان بخش سیاسی نظام رکھتا ہی نہیں۔

نہایت ادب سے مَیں اصحابِ علم و نظر کو توجہ دلاؤں گا کہ آج کا معاشرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی جماعت کی طرح نہیں ہے اور نہ وہاں کے تمام احکام (خاص تعبیرات کے ساتھ) جُوں کے تُوں، بغیر تبدیلیٔ افکار و اخلاق کے نافذ کیے جا سکتے ہیں۔ دورِ نبوت میں قلیل التعداد قبائلی معاشرہ میں مدینے کے مقام پر شروع میں شہری طرز کی جو حکومت قائم کی گئی تھی، اس کو مخصوص تمدنی احوال کے ساتھ اُٹھا کر ایک مختلف نوعیت کے معاشرے میں (جس میں اسلام کو چاہنے والوں کا تناسب کم اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کی تعداد کم تر ہے) بغیر کسی مناسب تدریج کو سامنے رکھے اور آج کے احوال و ظروف سے یکسر قطع نظر کر کے بغیر کوئی اجتہادی نقشۂ کار اختیار کیے ٹھونس دینا کبھی بھی کامیابی پر منتج نہیں ہو سکتا۔

اِس کتاب میں آیات کی تفسیر اور احادیث اور روایاتِ تاریخی کی تعبیر میں وجوہ اختلاف ہونے کے علاوہ بہت سے تضاد اور خلا (FLAWS) بھی ہیں۔ مثلاً صدر ضیاء الحق صاحب کو امیرالمومنین والا مقام دیا گیا ہے (ص ۲۵۰) حالانکہ وہ اپنی معروف خوبیوں کے باوجود ان شرائط پر پورے نہیں اُترتے، جن پر اسی کتاب میں بحث کی گئی ہے بلکہ مخالف جانب سے واقعات و شواہد کے ساتھ کئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتراضات اُٹھائے جاسکتے ہیں۔ عجیب قسم کا اسلامی نظریۂ حکومت یہ پیش کیا گیا ہے کہ صدر (یا امیر المومنین) جس طرح عدلیہ، انتظامیہ اور فوج کے تینوں شعبوں کے سربراہوں اور دیگر اہم عہدہ داروں کو مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح اس کو حق ہے کہ وہ اپنے لیے ارکانِ شوریٰ خود مقرر کرے اور پھر ان کے مشوروں میں سے بھی جس پر چاہے عمل کرے اور جسے چاہے مسترد کردے۔ یہ سوال کہ نیک نہاد امیر پہلے کس طرح آئے گا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "سربراہ مملکت خواہ کسی بھی طریقے سے برسرِ اقتدار آجائے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق نظام برپا کرتا ہے تو اس کے تقرر کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا، نہ اسے یہ طعنہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ غیر آئینی طریقے سے یا چور دروازے سے آیا ہے، بلکہ اُس کی اطاعت واجب ولازم ہو جاتی ہے"۔ (ص ۲۵۰) یہ ساری گفتگو گویا ضیاء الحق صاحب کو سامنے رکھ کر کی جارہی ہے۔ سکندر مرزا، ایوب خان اور یحییٰ خان بھی تو اسی دروازے سے آئے تھے۔ گویا اسلام کوئی مشینری فراہم نہیں کرسکتا بلکہ سارا دارومدار بخت واتفاق پر ہے کہ کب کون اور کس طرح کا آدمی ایوانِ اقتدار میں داخل ہو جائے۔ یہ تو بعد میں اس کا کردار بتائے گا کہ وہ اسلام کے مطلب کا ہے یا نہیں۔ پہلے سے کوئی تدبیر نہیں سوچی جاسکتی۔ گویا بات "انتظارِ مہدی" والی ہے کہ ایام کے کس اُلٹ پھیر کے ساتھ "موعود" کا ظہور ہوتا ہے۔

ایک جگہ جمہوری نظام (چاہے وہ خدا کی حاکمیت پر قائم کیا گیا ہو) پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ "اگر ۱۰۰ میں سے ۵۱ ممبر یہ کہہ دیں کہ سود کے بغیر معیشت نہیں چل سکتی تو سود جائز ہو جائے گا" (ص ۲۳۸)۔ قطع نظر اس سے کہ اگر ہم نے اپنے نظام میں دستوری طور پر یہ طے کردیا ہو کہ کوئی فیصلہ قانونِ اسلامی کے خلاف نہیں کیا جاسکتا تو ۵۱ ممبر حرام کو حلال نہیں کرسکتے، لیکن عملاً اگر کسی معاشرے کی اکثریت اسلام سے بغاوت کرنے پر تلی ہو تو آپ اس میں اسلام کو کیسے چلا سکتے ہیں۔ خواہ اُوپر کوئی مردِ مومن بیٹھا ہو۔ اس کا اعتراف اس مقام پر موجود ہے کہ قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد بھی قرآن وسنت کے منافی قوانین بنتے ہیں۔ آخر کوئی مردِ مومن ہزاروں افراد پر مشتمل فوجی اور سول بیوروکریسی اور ملک کے اصحابِ تحریر و تقریر اور عام بگڑے ہوئے باشندوں کو کیسے اسلام پر کاربند کرے گا۔ اس کے لیے تو انتخابات اور دوسرے شعبوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں معاشرے کے اندر کام کرنا ضروری ہے۔ اور اس کام کے لیے شدید ضروری ہے کہ اسلامی نظام کا ایسا تصور موجود ہو جس پر دینی حضرات اور جدید لوگوں اور عوام میں سے اسلامی رجحان کے افراد جمع ہو سکیں۔ یہ چونکہ نہیں ہو سکا لہٰذا الجھے ہوئے اسلامی تصورات حکومت پر نہ لوگ جمع ہوئے، نہ کوئی تحریک چل سکی۔ صرف ایک کوشش مولانا مودودیؒ کی کامیاب ہوئی، جنہوں نے "الٰہی جمہوریت" اور "جمہوری خلافت" کا وہ نظریہ پیش کیا جس سے اصولِ دین بھی برقرار رہتے تھے اور وقت کی ضرورت بھی پوری ہوتی تھی۔ اس لیے قدیم اور جدید دونوں قسم کے لوگ ان کی پکار پر جمع ہو کر ایک تحریک اٹھانے کے قابل ہوئے۔

یہ سرسری معروضات نہایت احترام کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ اور میں کیلانی صاحب اور مجلس التحقیق الاسلامی کے بزرگوں کو اصحابِ اخلاق سمجھتا ہوں۔ اُمید ہے کہ وہ بارِ دیگر بحث کو سوچیں گے۔

ہم کیوں مسلمان ہوئے؟ از پروفیسر عبدالغنی فاروق۔ ناشر: مکتبہ تعمیر انسانیت، اُردو بازار، لاہور

صفحات: ۴۳۲ - مجلد مع گرد پوش - قیمت: ۴۸/- روپے

اِس کتاب کا سابق ایڈیشن سوا سال میں ختم ہو گیا اور اب دوسرا ایڈیشن سامنے ہے۔ پروفیسر فاروق صاحب نے مختلف ممالک کے ۶۶ ایسے نومسلموں کے بیانات یا انٹرویو جمع کیے ہیں جنہوں نے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ کس محرک کے تحت مسلمان ہوئے۔ ۶۶ افراد میں سے اکثر کی ذہنی کشمکش کی داستانیں طویل بھی ہیں اور بعض کو بڑے مصائب میں سے گزرنا پڑا ہے۔ اِن نومسلموں نے بالعموم ہم مسلمانوں کے اعمال و اخلاق اور فرقہ بندیوں کو نظرانداز کر کے براہِ راست خدا اور رسولؐ کا اسلام قبول کیا ہے۔ ورنہ وہ اگر ہمیں معیارِ فیصلہ بناتے تو شاید پہلے سے بھی زیادہ اسلام سے دُور ہو جاتے۔ دوسری طرف اگر ہم مسلمان خود اندرونِ ملک اور بیرونی ممالک میں جا کر سفیرِ اسلام اور داعیِ اسلام کی حیثیت سے زندہ رہیں اور ہم تضادِ قول و فعل کے مرض سے محفوظ ہوں تو اسلام کے پھیلنے کی رفتار تیز ہو سکتی ہے۔

خاص اہمیت کی بات یہ ہے کہ ان ۶۶ افراد میں متعدد اصحاب (یا خواتین) علمی مقام رکھنے والے

© rasailojaraid.com